بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

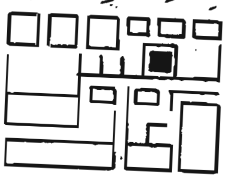

تو مت کہ قانونِ مکافاتِ عمل تھا
لے دیکھ تیرا عرصۂ محشر بھی یہیں سے ہے

بالآخر لاہور ہائیکورٹ کے ایک فل بنچ نے نواب محمد احمد خان مرحوم کے مقدمہ قتل میں سابق وزیراعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو اور قتل میں شریک چار دوسرے ملزموں کو سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ پچھلے سال مارچ کے یہی ایام تھے کہ ذوالفقار علی بھٹو کے سامنے کسی کی چلتی نہ تھی، اسکے ایک چشم و ابرو کے اشارے سے پاکستان کی گلیاں خونِ ناحق سے لالہ زار بنی ہوئی تھیں، ہر شخص لرزاں و ترساں، قید خانے و زنداں مظلوم و مقہور انسانوں پر تنگ ہو گئے تھے، کتنے اہل اللہ اور صاحب دل پراگندہ حال مقربین بارگاہ الٰہی تھے جن کے آہِ سحری اور نالہ ہائے نیم شب نے عرش بریں کو ہلا کر رکھ دیا اور وہ جو اپنی کرسی کو مظہر قدرت سمجھ بیٹھا تھا۔ مارچ کے انہی ایام میں فطرۃ اللہ کا ظہور ہوا۔ اور آج تختِ شاہی پر متمکن وہ مغرور انسان دار و رسن کے لمحات سے گذر رہا ہے۔ سیاسی امور سے قطع نظر خالص مؤمنانہ نظر سے اگر اس واقع پر غور کیا جائے تو قوانین فطرت اور سنت کے کتنے ہی صدہا پہلو عبرت و موعظت کا سامان بنے ہوئے ہیں دعوتِ فکر دے جائیں، العظمۃ للہ ظلم مٹنے والی چیز ہے، باطل کو قرار نہیں حاکم حقیقی خدائے لم یزل ہیں۔ عظمت و کبریا اُسی کی سزاوار ہے۔ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ مظلوم انسانیت کی نجات کیلئے مظلوم اور بے کس رفقائے محمد عربی علیہ السلام پر ظلم و ستم ڈھانے والے نامی قریش ابوجہل و ابولعب جیسے مغرورینِ دنیا کے بارہ میں ارشاد ہوا: حتیٰ اذا اخذنا مترفیھم بالعذاب اذاھم یجئرون لا تجئروا الیوم انکم منا لا تنصرون۔ (یہاں تک کہ ہم جب پکڑ لیں گے ان کے سرغنہ آسودہ حالوں کو آفت میں تب وہ چیخیں گے چلائیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ اب چیخنے چلانے سے کچھ نہیں بنے گا۔ اب ہماری گرفت سے چھوٹ نہیں سکتے۔) بیشک ان بطش ربک لشدید۔ تمہارے رب کی گرفت بہت مضبوط ہوتی ہے۔ مجرم ذوالفقار علی بھٹو اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے اور عدالت عظمیٰ نے اپنے مبنی بر انصاف فیصلے سے عدل و انصاف کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا، اسلام کے قانونی اور تعزیراتی پہلو میں مساوات کا یہی تصور تھا جس نے ہر قسم کے امتیازات اور خصوصی رعایات کو ختم کر کے رکھ دیا تھا صادق و مصدوق علیہ السلام نے فرمایا: اقیموا حدود اللہ علی القریب والبعید ولا تاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ۔ اپنے اور پرائے حاکم و محکوم راعی اور رعیت ذی سلطنت اور ایک فقیر بے نوا اسلام کے قوانین عدل و انصاف کی نگاہ میں برابر ہیں ایسا نہ ہو تو ظلم کو روکنے والا کوئی نہ رہے اور خدائے بزرگ و برتر کی دنیا ظلم و بربریت سے بھر جائے۔ یہی راہ نجات ہے اور اسی میں قوموں کی زندگی ہے۔ ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب۔ اے لوگو قصاص میں تمہاری زندگی ہے۔

لاہور کے ہفت روزہ اسلامی جمہوریہ نے ایک ہندو راوی کی یادداشتوں کی آڑ لیکر مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم پر شراب نوشی جیسے شنیع اور غلیظ الزام کو ملک بھر میں اچھالا تو بجا طور پر پاکستان کے دینی اور علمی حلقے اس گستاخانہ جسارت پر تڑپ اٹھے، مولانا آزادؒ کیا تھے؟ ہند میں اسلام کی عظمتِ رفتہ کے امین، اسلامیانِ ہند کے نشاۃ ثانیہ کے منادی، مذہب اسلام کے تابندہ نقوش اور سنہری روایات کے علمبردار، دشمنِ اسلام برطانوی سامراج کے دشمن عمر ایک؛ اسلامی علوم و فنون کے ترجمان کتاب اللہ کے شارح، دعوت و عزیمت کے پیکرِ حسین، جہاد و استقامت کے کوہ گراں، یہ سب کچھ انگریز کے ان زلہ خواروں کیلئے ناقابل تسلیم تھا اور ہے۔ جن کی ساری رونقیں انگریز کے دم خم سے قائم تھیں۔ اس سب کچھ کے باوجود مولانا آزادؒ انسان تھے فرشتہ نہ تھے لیکن اگر فرشتہ بھی ہوتے تو انگریز کے کاسہ لیسوں کی نگاہ میں ایسے فرشتوں کا یہ جرم بھی ناقابل عفو ہوتا جن کا ارتکاب وہ عمر بھر ایک کافر سامراج سے جہاد مسلسل کی شکل میں کر رہے تھے۔ پھر فطرۃ اللہ کے مطابق یہ حضرات اپنا وقت پورا کرکے وفات پا چکے۔ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت الآیۃ۔ مگر اسلامی جمہوریہ جیسے پرچوں کے اربابِ قلم اب تک انہیں بخشتے نہیں ان کا شیوہ ہے کہ کوئی ہنگامہ قائم رہے جس سے اُن کی دکانِ صحافت چلتی رہے خاموش تالابوں اور جزیروں میں پتھر پھینکنا ان کا پیشہ ہے بزرگوں کی پگڑیوں کے اچھالنے سے ان کے پیٹ کا بازار گرم رہتا ہے۔ غیروں کا دامن ہاتھ نہ آئے تو اپنے ہی گریبان کو تار تار کیا جائے حق و صداقت پامال ہو جھوٹ کا شہرہ ہو جائے مگر انہیں ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں ؎

واحیاناً علیٰ بکر اخینا　　　اذا ما لم نجد الا اخانا

وہ لوگ جن کی عظمتِ کردار کا دشمن کو بھی اعتراف رہا۔ مگر ایک خاص ذہن کے حامل گروہ کا خبثِ باطن ہے جو ہر لحہ محبت والفت اتحاد و یگانگت اور قرب و ربط کی بجائے نفرت و عداوت تفریق و انتشار اور بعد و منافرت کے راستوں پر ملت کو ڈھالنا وقت کی خدمت سمجھتا ہے۔ "اسلامی جمہوریہ" کی سیاہ باطنیوں کا مجھے ذاتی طور پر یہ قطعی مصدقہ "شاہکار" معلوم ہے کہ اُس کے مدیر شہیر نے اپنے ادارہ کے ایک نامور اور پایہ کے خوشنویس کو محض اس جرم میں برطرف ہو جانے پر مجبور کیا تھا کہ وہ ان کے مضمون میں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے نام پر رحمۃ اللہ علیہ کا نشان (رح) کیوں لگاتا تھا۔ اس کے نزدیک ابوالکلام تاریخ کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ مگر کاش انہیں معلوم ہوتا کہ تاریخ بڑی بے درد ہے اسکا فیصلہ یہی ہے کہ جو خاصانِ حق اور مقربین بارگاہ ایزدی کے ناموں کے ساتھ رحمت کا نشان بھی گوارا نہ کر سکے اس سے بڑھ کر ملعون اللہ کی اس دھرتی پر اور کوئی نہیں ہو سکتا، جلد یا بدیر ایسے کور بختوں پر اپنی ازلی شقاوت منکشف ہو جاتی ہے۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

"اسلامی جمہوریہ" کے ہمنواؤں میں مؤقر جریدہ نوائے وقت بھی ہے جو اسلامیان برصغیر کے اکابر علم و فضل پر کسی بھی مناسبت یا غیر مناسبت کے باوجود کیچڑ اچھالنے سے دریغ نہیں کرتا ان دنوں اپنے صفحات پہ۔ "قومیت اور اسلام" کے مباحث پھر اس ضمن میں اللہ کے برگزیدہ ولی اور اسلامیان عالم کے کروڑوں علماء و صالحین کے دلوں کی دھڑکن مولانا سید حسین احمد مدنیؒ پر تنقید و تشنیع کا بازار گرم کرنا معلوم نہیں وقت کی کونسی مصلحت ہے۔ یہ بے وقت کی راگنی بار بار اسی لئے تو نہیں چھیڑی جاتی کہ مسلمانان پاکستان کبھی بھی ماضی کی تلخیوں کو نہ بھولنے پائیں اور یگانگت و الفت کی راہیں مسدود در مسدود ہوتی رہیں۔ سیاسی اختلافات وقت کیساتھ ساتھ ختم ہو جاتے ہیں۔ کون حق پر تھا، کون غلط اس کا فیصلہ تاریخ پر چھوڑ دیجئے اور تاریخ کے فیصلوں پر نگاہ بھی رکھیئے اور پھر اُسے تسلیم بھی کرتے رہیئے ہم اپنی ساری قوت زخموں کے بجائے ادھیڑنے پر ہی صرف کرتے رہیں تو پیش رفت کیسی ہو سکتی ہے۔

اس میدان میں علامہ اقبال مرحوم کے بعض نام نہاد نام لیواؤں کا رویہ بھی نہایت افسوسناک ہے جو لوگ اقبال مرحوم کی آڑ میں حضرت مدنیؒ کے دامنِ تقدس کو کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں یہ ان کی بڑی بھول اور حماقت ہے۔ حضرت مدنیؒ کے کفش برداروں کو علامہ اقبال سے سند لینے کی ضرورت کب پیش آئی ہے۔ ۱۹ میں سے جو لوگ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ علامہ اقبال کیطرف ذہناً مائل بھی ہو جاتے ہیں۔ اقبال کے "اقبالی مجرم" کسی خاص مقصد و سازش سے ان حلقوں کو اقبال سے دور پھینک دیتے ہیں برصغیر کے علمی و دینی حلقوں کو اقبال مرحوم سے دور رکھنے میں ان لوگوں کا خاص ہاتھ ہے جو مدتوں پہلے کہے گئے چند گھسے پٹے اشعار کے تیروں سے علمی و دینی طبقوں کے جگر ہی مقتداؤں کو چھلنی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اکابر جو علم و عمل، تقویٰ و خشیت، اخلاص و للہیت، جہاد و عزیمت، ایثار و شرافت اور کردار کی ساری عظمتوں کے معراج پر فائز ہیں، سب و شتم کے یہ تیر ان تک رسائی کیا پائیں گے، الٹا ان کے چہروں کے مسخ میں اضافہ کا باعث بن جاتے ہیں۔

کاش! ہمارے ملک کے ارباب بصیرت دانشور اور اصحاب دانش اہل قلم اور اہل علم اس صورتحال کی اصلاح کیطرف کچھ توجہ کر سکیں اور مسلمانوں کے قابل فخر اسلاف اور اکابر کی عظمتوں سے کھیلنے کا یہ مذموم کھیل ختم کرایا جا سکے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق
۱۹ مارچ ۱۹۷۲ء